سلسلہ نمبر ۲۷

"الحامد ٹرسٹ" نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

محمود احمد عباسی کی تاریخی بددیانتی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمود احمد صاحب عباسی نے اپنے وطن اَمروہہ میں شیعوں کے خلاف کام شروع کیا تھا۔ "روافض" سبِّ صحابہ (صحابہ کی شان میں گستاخی) کے کلمات دیواروں پر لکھ دیا کرتے تھے۔ محمود احمد عباسی نے بھی اُن کے بالمقابل سبِّ علی و اہل بیت (کی شان میں گستاخی کی عبارت) رضوان اللہ علیہم اجمعین دیواروں پر لکھنی شروع کی۔ علماء کرام نے ایسے کاموں سے منع کیا ہے جو گناہ ہوں۔ گناہ کے بالمقابل گناہ کا کام عباسی صاحب نے جب شروع کیا تو (خود) قلبی برائی کا شکار ہو گئے۔ اُن میں واقعی خارجیت آ گئی وہ وادیٔ ظلمات میں چلے گئے اور واپس نہ آ سکے۔

موجودہ دَور سہولت پسندی کا ہے۔ جو شخص اُن کی کتاب پڑھتا ہے تو اِتنی محنت نہیں کرتا کہ اصل کتابیں بھی دیکھ لے اور یہ اندازہ لگا لے کہ وہ کتابوں میں صرف اُتنا جزء لکھتے ہیں جس سے کسی طرح اُن کی بات کی تائید ہو جائے، عبارت کا سیاق وسباق نظر انداز کر دیتے ہیں۔ بہت سی جگہ اصل عبارت کے وزن سے زیادہ اُس کے ترجمہ میں وزن پیدا کرتے ہیں حتّٰی کہ بعض جگہ وہ اِس سے بھی بڑی خیانت کرتے ہیں کہ آدھی بات کا ٹکڑا ترجمہ غلط کر کے غلط نتیجہ نکال کر اپنا مدعی ثابت کرتے ہیں۔

انہوں نے ابن جریر طبری رحمہ اللہ کو کٹر شیعہ قرار دیا ہے تاکہ اُن کی وہ عبارتیں پورے جوش وخروش سے لکھیں جن میں خارجیت ہے۔ اور یہ کہہ سکیں کہ دیکھئے یہ کٹر شیعہ بھی اِس بات کو تسلیم کر رہا ہے۔ حالانکہ

ابن جریر نے جس طرح ایک طبقہ کی روایات لکھی ہیں اِسی طرح دُوسرے کی روایات لکھی ہیں۔ تاریخی ذخیرہ جمع کر دیا ہے پڑھنے والا صحیح و غلط خود سمجھ لے گا۔ وہ تاریخ لکھتے وقت مؤرخ تھے۔ حدیث لکھتے وقت وہ جلیل القدر محدث تھے۔ تہذیب الآثار نادر المثیل کتاب ہے۔ وہ تفسیر لکھتے وقت عظیم مفسر تھے۔ تفسیر پر اُن کی بہت بڑی کتاب موجود ہے۔ اُس میں احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ ہے اور عباسی صاحب نے اپنی تصانیف میں طبری کی عبارتوں سے بہت جان ڈالی ہے، جا بجا اُس کے حوالے ہیں۔ اگر کوئی یہ کہنا چاہے کہ وہ خارجی تھے تو یہ بھی دُرست ہو سکتا ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ نہ وہ خارجی تھے نہ شیعہ، وہ تاریخ لکھتے وقت مؤرخ تھے۔

عباسی صاحب نے اہل باطل اور اہل اہواء کا طرزِ تحریر اختیار کیا ہے۔

ان کی کتاب ''خلافت معاویہ و یزید'' پہلی بار مئی ۱۹۵۹ء میں طبع ہوئی۔ پھر انہوں نے ''تحقیقِ مزید'' لکھی۔ یہ کتاب جون ۱۹۶۱ء میں طبع ہوئی۔ یہ کتابیں اعتدال سے ہٹی ہوئی ہیں اِن میں جا بجا ''تحقیق'' کے نام سے ''تحریف'' کی گئی ہے۔ چھیڑ چھاڑ اور مسلک اہل سنت سے اِنحراف ہوا۔ اُدھر ۔۔۔ ۱۹ ء میں مودودی صاحب کی کتاب ''خلافت و ملوکیت'' کے نام سے شائع ہوئی۔ وہ بھی اِسی طرح اعتدال سے ہٹی ہوئی ہے۔ اس کا جواب عباسی صاحب نے حقیقت خلافت و ملوکیت کے نام سے لکھا۔ یہ کتاب ۱۹۶۶ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔

مودودی صاحب کی کتاب کے جوابات تو فوراً ہی لکھے گئے مگر عباسی صاحب کی تصانیف کا رُخ ردِّ شیعیت لیے ہوئے تھا اِس لیے اُس کا جواب کسی نے نہیں لکھا۔ اُن کی بزعم خود تحقیقات پر تنقید بہت ہی کم کی گئی۔ اِسی بات نے نقصان پہنچایا اور اُن کے خیالات بلا تعرض سادہ لوح حضرات اپنانے لگے اور ایک نیا فتنہ یزیدیت اُبھرنے لگا۔ خارجیت نمودار ہونے لگی اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ اُن کی غلط باتوں کو سامنے لایا جائے۔ ہمارا طرزِ تحقیق قرآن و سنت اور اُصول اسلام پر مبنی ہے ایسی باتیں جو اِن حضرات سے بدگمانی پیدا کریں ہمارے نزدیک غلط ہیں کیونکہ قرآن و سنت میں صحابہ کرامؓ کے ایمان و عمل کی تعریف فرمائی گئی ہے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی اور ایمان تمہارے دلوں میں جڑ دیا (جما دیا) ہے وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اور تمہارے دلوں میں کفر فسق اور معصیت سے کراہت ڈال دی ہے۔ اس لیے ہر وہ قصہ جس سے اِن کی شان

میں منقصت (کمی) لازم آتی ہو واجب الرد ہے۔ ہماری تحقیق کا مبنی یہی اُصول ہے۔

اُنہوں نے پیش نظر کتاب ''خلافت معاویہ ویزید'' کی ابتداء سبائی پارٹی اور حضرت علیؓ کی بیعت کے عنوان سے کی ہے۔ اس میں انہوں نے طرح طرح کے فقروں سے ذہن سازی کی ہے مثلاً یہ کہ حضرت علیؓ کو حضرت ابن عباسؓ نے منع کیا کہ بلوائیوں سے کوئی تعلق نہ رکھیں لیکن حضرت علیؓ نے اُن کا مشورہ نہ مانا اور بیعت لے لی۔ سب سے پہلے بیعت کرنے والا ''اَشتر'' تھا۔ قاتلین سے قصاص نہیں لیا گیا تھا۔ اکابر صحابہؓ کی اکثریت نے جو مدینہ میں موجود تھی بیعت سے گریز کیا۔ حضرت علیؓ کے زمانہ میں کوئی جہاد نہیں ہوا۔

سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ پر مذکورہ بالا اعتراضات عباسی صاحب کی سب سے پہلی تصنیف ''خلافت معاویہ ویزید'' میں بالاختصار ہیں اور آخری تصنیف ''حقیقتِ خلافت وملوکیت'' میں بالتفصیل ہیں۔ میں اُن کی پہلی تصنیف کے جوابات ہی سے اپنا مضمون شروع کر رہا ہوں، وہ لکھتے ہیں :

> ''سبائی لیڈر مالک الاشتر اور اُس کے ساتھی بلوائیوں نے جب حضرت علیؓ سے بیعت خلافت کرنی چاہی تو اُن کے چچیرے بھائی حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے منع کیا اور کہا کہ گھر میں بیٹھ رہیں یا اپنی جاگیر ''ینبوع'' چلے جائیں۔ بلوائیوں سے کوئی واسطہ نہ رکھیں ورنہ خون عثمانؓ کا الزام آپ پر لگ جائے گا۔ مگر افسوس حضرت موصوف نے اپنے بھائی کا مشورہ قبول نہ فرمایا اور بیعت لے لی۔'' (خلافت معاویہ ویزید ص۵۲)

عباسی صاحب کی اِس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت ناسمجھ تھے وہ باغیوں کے ساتھ گھلے ملے رہے، یہ دونوں باتیں بے اَصل ہیں۔

عباسی صاحب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ مشورہ کہ ''حضرت علی کو ینبع چلے جانا چاہیے تھا'' اپنا مطلب حل کرنے کے لیے بے موقع استعمال کیا ہے۔ یا تو اُنہوں نے تاریخی کتابوں کا بغور مطالعہ نہیں کیا یا قصداً حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اِصابتِ رائے سے بدگمان کرنے کے لیے ایسا کیا ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عباسؓ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت مدینہ شریف میں موجود ہی نہیں تھے وہ حج کے لیے گئے ہوئے تھے۔ (مؤرخ ابن خلدون اور پھر ''بزعم خود محقق'' عباسی بے سوچے سمجھے اور بغیر حقائق دریافت کیے لکھتے چلے گئے ہیں)

وَاسْتَخْلَفَ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ ھٰذِہِ السَّنَةِ عَلَی الْحَجِّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَہٗ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبَّاسٍ اِنَّ مَقَامِیْ عَلٰی بَابِكَ اُحَاجِفُ عَنْكَ اَفْضَلُ مِنَ الْحَجِّ فَعَزَمَ عَلَیْہِ فَخَرَجَ بِالنَّاسِ اِلَی الْحَجِّ . (البدایة ص ۱۸۷ ج ۷)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اِس سال حضرت عبداللہ بن عباس کو اپنی نیابت میں اُمیر حج بنایا۔ حضرت ابن عباسؓ نے عرض کیا کہ میرا آپ کے در پر مدافعت کرتے ہوئے ٹھہرے رہنا حج سے افضل ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں بہت سخت تاکیدی حکم دیا تو وہ لوگوں کو لے کر حج کے لیے چلے گئے۔

جب وہ حج سے واپس آئے تو بیعت ہو چکی تھی۔ پھر حضرت علیؓ سے دورانِ گفتگو جو باتیں ہوئیں اُن میں یہ بات تھی :

فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَطِعْنِیْ وَالْحَقْ بِمَالِكَ یَنْبُعَ وَاغْلِقْ بَابَكَ عَلَیْكَ فَاِنَّ الْعَرَبَ تَجُوْلُ جَوْلَةً وَتَضْطَرِبُ وَلَا تَجِدُ غَیْرَكَ. (ابن خلدون ص ۱۵۲ ج ۲)

اُنہوں نے کہا میری بات مانیں اور اپنے مال پر ینبع چلے جائیں۔ اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ رہیں۔ عرب لوگ چکر کاٹیں گے، بے چین رہیں گے اور آپ کے سوا اُنہیں کوئی نہ ملے گا۔

آپ غور کریں کہ بیعتِ خلافت کے بعد مدینہ شریف کو اِسی حال میں چھوڑ جانے کا مشورہ کس قدر کمزور بات تھی۔ تمام عرب گردش میں آتے تو کیا مزید خون خرابہ نہ ہوتا۔ جو واقعات ابن عباسؓ کی غیر موجودگی میں پیش آئے وہ حضرت علیؓ نے دیکھے اور سمجھے تھے، نہ کہ حضرت ابن عباسؓ نے ـــــ اور حضرت علیؓ محصور جیسے تھے لیکن کہیں قریبی جگہ چلے گئے تھے۔

وَقَالَ اَبُوْ هِلَالٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ، قُتِلَ عُثْمَانُ وَعَلِیٌّ غَائِبٌ فِیْ اَرْضٍ لَّہٗ. فَلَمَّا بَلَغَہٗ قَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَمْ اَرْضَ وَلَمْ اُمَالِیْءْ (البدایہ ۷ / ۱۹۳)

ابوہلال نے حضرت قتادہ عن الحسن روایت نقل کی ہے کہ حضرت عثمانؓ جب شہید ہوئے تو حضرت علیؓ غیر موجود تھے وہ اپنی زمین پر گئے ہوئے تھے۔ جب اِنہیں شہادت کی خبر ملی تو فرمایا : اے اللہ نہ میں اِس کام سے راضی ہوا اور نہ ہی میں نے کسی قاتل کی مدد کی۔

اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن کی باتوں کو اپنے جواب میں **هُنَيْهَاتٌ** یعنی ''کمزور باتیں'' فرمایا۔

اور فرمایا :

اَشِرْ عَلَيَّ وَاِذَا خَالَفْتُكَ اَطِعْنِيْ قَالَ اَيْسَرُ مَا عِنْدِيْ اَلطَّاعَةُ .(ابن خلدون ص ۱۵۲ ج ۲)

مجھے مشورہ دیتے رہو اور جب میری رائے تمہاری رائے کے خلاف ہو تو میری بات مان لیا کرو۔ اُنہوں نے عرض کیا میرے پاس آپ کیلیے سب سے آسان چیز اطاعت ہی ہے۔

عباسی صاحب نے یہ بھی زیادتی کی ہے کہ مال کا ترجمہ ''جاگیر'' کیا ہے تاکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو بڑا جاگیردار کہتے چلیں۔ جاگیر کا لفظ عرفًا اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ میں فرق مراتب ملحوظ رکھنا چاہیے۔ حضرت ابن عباسؓ کے تین بڑے اُستاد تھے، اُن کے علوم کا بیشتر حصّہ اِن حضرات سے لیا ہوا ہے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت اُبی بن کعبؓ۔ (تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج ۱ ص ۴۱) حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ کا یہ رشتہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے۔

عباسی صاحب کی دُوسری تحریرات میں یہ ملتا ہے کہ حضرت علی کو حضرت حسن رضی اللہ عنہما نے بھی یہ مشورہ دیا تھا مگر انہوں نے نہیں مانا۔ میں اِس کے بارے میں اِن ہر دو حضرات کا مکالمہ نقل کرتا ہوں۔

حضرت حسنؓ نے کہا :

''ابا جان جب حضرت عثمانؓ قتل ہوئے اور لوگوں نے آپ کے پاس سحر وشام آنا شروع کیا اور چاہا کہ آپ خلافت کا بار اُٹھالیں تو میں نے مشورہ دیا تھا کہ جب تک ہر جانب سے لوگ متفقہ طور پر آپ کے سامنے سرِتسلیم خم نہ کردیں آپ یہ منصب قبول نہ فرمائیں اور پھر جب آپ کو زبیر اور طلحہ کے حضرت عائشہ کے ہمراہ بصرہ کی جانب کوچ

کرنے کی اطلاع ملی تھی تو میں نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ مدینہ شریف کی طرف لوٹ جائیں اور گھر میں بیٹھ رہیں۔

اسی طرح جب حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا تھا تو میں نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ مدینہ سے باہر چلے جائیں۔ اگر عثمانؓ قتل بھی ہو گئے تو بہرحال آپ کی موجودگی میں نہ ہوں گے مگر آپ نے کسی بھی معاملہ میں میرا مشورہ قبول نہ کیا۔''

حضرت علیؓ نے جواب دیا :

یہ کہ میں ہر جانب کے لوگوں کی اِطاعت کا انتظار کرتا تو یہ جان لو کہ بیعت (انتخاب خلیفہ) کا حق اُنہی مہاجرین و انصار کو حاصل ہوتا ہے جو حرمین میں موجود ہوں۔ جب وہ لوگ اظہار رضامندی کر چکیں اور سلام (خلافت) کہہ دیں تو باقی لوگوں پر اطاعت و تسلیم فرض ہو جاتی ہے۔

رہا میرا گھر کو لوٹنا اور جا کے بیٹھ رہنا تو جان لو کہ یہ اُمت کے ساتھ غداری ہوتی پھر یہ کہ ایسا کرنے سے مجھے یہ اطمینان کیونکر حاصل ہو سکتا تھا کہ فتنہ سر نہ اُٹھائے گا اور اِس اُمت کا اتحاد پارہ پارہ نہ ہو جائے گا۔

رہا یہ کہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے محصور ہو جانے کے وقت مدینہ سے نکل جاتا تو یہ میرے بس میں کب تھا۔ لوگوں نے مجھے بھی تو اِسی طرح گھیر رکھا تھا جس طرح عثمانؓ کو۔ لہٰذا بیٹا جان جس معاملہ کو میں تم سے بہتر جانتا ہوں تم اُس میں دخل نہ دو۔ (الاخبار الطّوال ص ۲۷۹ ، ۲۸۰)

یہ وہ کتاب ہے جس کے حوالے عباسی صاحب دیتے ہیں۔ مگر وہ صرف حضرت حسنؓ کی باتیں لکھتے ہیں اِن (حضرت علیؓ) کا جواب نہیں لکھتے کیونکہ اُن کی رگِ خارجیت کہتی ہے کہ حضرت علیؓ پر اعتراض تو ہو اُس کا جواب نہ ہو۔ مذکورہ بالا مضمون الکامل میں بھی ہے۔ (الکامل ج ۳ ص ۲۲۲)

عباسی صاحب نے دُوسری بات یہ لکھی ہے کہ ''سب سے پہلے بیعت کرنے والا اَشتر تھا''۔ انہوں نے بیعت خلافتِ علیؓ کو کمزور اور بدنما ظاہر کرنے کے لیے یہی کمزور روایت جابجا نقل کی ہے، قوی روایات

چھوڑ دی ہیں۔ العواصم من القواصم کے مؤلف ابن عربی کو عباسی صاحب نے حقیقت خلافت وملوکیت میں ص ۵۵۲ پر امام ابن العربی لکھا ہے، انہوں نے اَشتر کی بیعت کا ذکر ہی نہیں کیا۔ وہ یہ لکھتے ہیں :

وَعَقَدَ لَهُ الْبَيْعَةَ طَلْحَةُ فَقَالَ النَّاسُ : بَايَعَ عَلِيًّا يَدٌ شَلَّاءُ وَاللّٰهِ لَايَتِمُّ هٰذَا الْاَمْرُ . (العواصم ص ۱۴۳)

(جب) سب سے پہلے عقدِ بیعت حضرت طلحہؓ نے کیا تو لوگوں نے یہ بکا کہ علیؓ سے سب سے پہلے ناکارہ ہاتھ نے بیعت کی ہے، یہ معاملہ تکمیل کو نہ پہنچے گا۔

وہ لکھتے ہیں :

وہ ہاتھ جو (میدانِ اُحد میں) جناب رسول اللہ ﷺ کی حفاظت میں ناکارہ ہوا اُس سے تو ہر معاملہ مکمل ہوگا اور ہر مکروہ چیز سے بچاؤ ہوگا وَقَدْ تَمَّ الْاَمْرُ عَلٰی وَجْهِهٖ معاملہ جیسے ہونا چاہیے تھا ویسے مکمل ہو کر رہا۔ (العواصم ص ۱۴۵)

ابن خلدون لکھتے ہیں :

اِجْتَمَعَ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَالْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ وَاَتَوْا عَلِيًّا يُبَايِعُوْنَهٗ فَاَبٰى وَقَالَ اَكُوْنُ وَزِيْرًا لَّكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ اَكُوْنَ اَمِيْرًا. وَمَنِ اخْتَرْتُمْ رَضِيْتُهٗ فَاَلَحُّوْا عَلَيْهِ وَقَالُوْا لَانَعْلَمُ اَحَقَّ مِنْكَ وَلَا نَخْتَارُ غَيْرَكَ حَتّٰى غَلَبُوْهُ فِيْ ذٰلِكَ فَخَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ وَبَايَعُوْهُ وَاَوَّلُ مَنْ بَايَعَهٗ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ بَعْدَ اَنْ خَيَّرَهُمَا. (ابن خلدون ص ۱۵۰ ج ۲)

حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور مہاجرین و اَنصار جمع ہو کر حضرت علیؓ کے پاس بیعت ہونے کے لیے آئے۔ آپ نے انکار فرما دیا اور فرمایا یہ زیادہ بہتر ہوگا کہ میں آپ لوگوں کا وزیر رہوں بہ نسبت اِس کے کہ امیر رہوں اور آپ لوگ جسے بھی پسند کر لیں گے میں اُس پر راضی ہوں گا۔ انہوں نے حضرت علیؓ پر اِصرار کیا۔ کہنے لگے آپ سے زیادہ حقدار ہماری دانست میں اور کوئی نہیں ہے۔ آپ کے سوا ہم کسی کو پسند نہ کریں گے۔ حتّٰی کہ وہ اِس گفتگو میں غالب آ گئے۔ آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور اُن لوگوں نے آپ سے

بیعت کی۔ جنہوں نے سب سے پہلے بیعت کی وہ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ تھے اور حضرت علیؓ انہیں خود خلیفہ ہوجانے کا اختیار پہلے دے چکے تھے۔

عباسی صاحب نے اپنے خارجی رجحان کی وجہ سے ہر جگہ یہی لکھا ہے کہ مدینہ شریف میں حضرت علیؓ سے باغی بیعت ہوئے تھے۔ اہلِ حل وعقد نے بیعت نہیں کی تھی۔ انہوں نے اعلیٰ اور بلند پایہ روایات سرے سے حذف ہی کردی ہیں جن میں پہلے اہلِ حل وعقد کی بیعت اور پھر بیعت عامہ دونوں بتلائی گئی ہیں۔

دیکھئے : عباسی صاحب نے العواصم من القواصم کے حاشیہ نگار کی بہت تعریف کی ہے۔ انہیں ''حقیقتِ خلافت وملوکیت'' میں علامہ کا خطاب بھی دیا ہے (ص ۷۹۔۸۰۔۹۹) وہ لکھتے ہیں کہ مہاجرین و اَنصار سب نے بیعت کی تھی۔

ذیل میں اُس کا ترجمہ ہے جس میں اُس واقعہ کا خلاصہ بھی ہے :

شہادت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے بعد پانچ دن (دارُالخلافہ) مدینہ منورہ اِس حالت میں رہا کہ اُس کا امیر غافقی بن حرب تھا۔ وہ تلاش کرتے تھے کہ کوئی آدمی ایسا مل جائے جو امارت سنبھال لے لیکن کوئی نہ ملتا تھا۔ مصری لوگ (جو باغی تھے) حضرت علیؓ کی تلاش میں آتے تو وہ اِن سے بچنے کے لیے مدینہ شریف کے باغات میں چھپ جاتے۔

جب کہیں اِن باغیوں کا سامنا ہوتا تو آپ اُن سے دُور رہتے۔ ان کے جرم اور باتوں سے اپنی براءت کا اظہار کرتے، بار بار اِسی طرح ہوتا رہا۔ باغیوں کی کوفی جماعت حضرت زبیرؓ کو ڈھونڈتے تو وہ نہ ملتے۔ باغیوں نے اُن کے پاس اپنے آدمی بھیجے، انہوں نے بھی ان کے جرم اور باتوں سے براءت کا اظہار کیا۔ بصرہ کے باغی حضرت طلحہؓ کے پاس جاتے تھے۔ جب کہیں وہ ملتے تو یہ اُن سے دُور ہوجاتے اور براءت کا اظہار فرماتے۔ پھر انہوں نے حضرت سعدؓ کے پاس آدمی بھیجے اور ان سے کہا کہ آپ حضرت عمرؓ کی نامزد شوریٰ کے حضرات میں سے ہیں۔ ہماری نظر میں یہ ہے کہ آپ پر سب جمع ہوجائیں گے۔ تشریف لائیے ہم آپ سے بیعت ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہلا بھیجا کہ میں اور ابن عمر دونوں اِس معاملہ کو چھوڑ چکے ہیں، مجھے اِس کی کوئی ضرورت

نہیں۔ پھر یہ لوگ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس گئے، کہنے لگے آپ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے ہیں، آپ کارِ خلافت سنبھال لیجئے۔ اُنہوں نے کہا معاملہ ایسا بن گیا ہے کہ اس پر (ردِ عمل) انتقام (کی صورت میں) ہوگا۔ خدا کی قسم میں سامنے نہیں آوں گا۔ میرے سوا اور آدمی ڈھونڈو۔ (حاشیہ العواصم ص ۱۴۲)

یہی مضمون تاریخ ابن خلدون میں ہے جسے عباسی صاحب نے (حقیقت خلافت وملوکیت ص ۹۸) محقق مؤرخ قرار دیا ہے۔

اور خود قاضی ابوبکر بن العربی یہ لکھتے ہیں :

فَلَمَّا قَضٰی اللّٰہُ مِنْ أَمْرِہٖ مَا قَضٰی، وَمَضٰی فِیْ قَدْرِہٖ مَا مَضٰی، عُلِمَ أَنَّ الْحَقَّ لَایُتْرَکُ النَّاسُ سُدًی، وَأَنَّ الْخَلْقَ بَعْدَہٗ مُفْتَقِرُوْنَ اِلٰی خَلِیْفَۃٍ مَفْرُوْضٌ عَلَیْہِمُ النَّظْرُ فِیْہِ. وَلَمْ یَکُنْ بَعْدَ الثَّلَاثَۃِ کَالرَّابِعِ قَدْرًا وَعِلْمًا وَتُقًی وَدِیْنًا، فَانْعَقَدَتْ لَہُ الْبَیْعَۃ . وَلَوْلَا الْإِسْرَاعُ بِعَقْدِ الْبَیْعَۃِ لِعَلِیٍّ لَجَرٰی عَلٰی مَنْ بِھَا مِنَ الْاَوْبَاشِ مَا لَایُرْقَعُ خَرْقُہٗ . وَلٰکِنْ عَزَمَ عَلَیْہِ الْمُھَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ ، وَرَأٰی ذٰلِکَ فَرْضًا عَلَیْہِ ، فَانْقَادَ اِلَیْہِ .

(العواصم من القواصم ص ۱۴۲)

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مقدر فرما رکھا تھا جب وہ سامنے آگیا، اُس کی تقدیر گزر کر رہی تو یہ بات (سامنے آئی اور) تسلیم کی گئی کہ حق یہ ہے کہ لوگوں کو بے سر انہیں چھوڑا جا سکتا۔ اور مخلوقِ خدا اُن (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے بعد خلیفہ کی محتاج ہے اُسے غور وفکر کے بعد مقرر کرنا لوگوں پر فرض ہے۔ اور تینوں خلفاء راشدین کے بعد چوتھے خلیفہ (علیؓ) کی طرح مرتبہ، علم، تقوی اور دین میں کوئی اور نہ تھا اس لیے اِن کے ہی ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ اور اگر حضرت علیؓ سے عقدِ بیعت میں جلدی نہ کی جاتی تو مدینہ شریف میں جو اَوباش لوگ آگئے وہ وہاں وہ تخریبی کارروائی کرتے جسے پیوند نہ لگایا جا سکتا۔ لیکن حضرت علیؓ پر مہاجرین وانصار نے شدید اِصرار کیا، اس لیے انہوں نے بات مان لی۔

اور ابن خلدون لکھتے ہیں :

ان باغیوں نے اہلِ مدینہ کو جمع کیا اور کہا کہ آپ لوگ اہل شوریٰ ہیں۔ آپ لوگوں کا حکم پوری اُمت پر چلتا ہے اِس لیے اب ''عقدِ امامت'' (تقرر خلیفہ) کرو ہم اس میں تمہاری پیروی کریں گے۔ ہم تمہیں دو دن کی مہلت دیتے ہیں اور اگر تم نے دو دن میں یہ کام انجام نہ دیا تو ہم فلاں فلاں اکابر کو قتل کر دیں گے۔ لوگ حضرت علیؓ کے پاس آئے۔ انہوں نے معذرت کی اور رُکے۔ اُن لوگوں نے آپ کو اسلام کے اس اہم کام کے لیے خدا کا خوف دلایا۔ آپ نے اُن سے اگلے دن کا وعدہ کرلیا۔ (تاریخ ابن خلدون۔ بیعۃ علی ص ۱۵۱ ج ۲)

ابن خلدون ہی نے لکھا ہے :

جب حضرت عثمان ؓ شہید کر دیے گئے تو حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرات مہاجرین و انصار حضرت علیؓ کے پاس آئے کہ بیعت کریں۔ انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا :

اَکُوْنُ وَزِیْرًا لَّکُمْ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ اَکُوْنَ اَمِیْرًا. وَمَنِ اخْتَرْتُمْ رَضِیْتُہٗ فَاَلَحُّوْا عَلَیْہِ وَقَالُوْا لَانَعْلَمُ اَحَقَّ مِنْکَ وَلَا نَخْتَارُ غَیْرَکَ حَتّٰی غَلَبُوْہُ فِیْ ذٰلِکَ فَخَرَجَ اِلَی الْمَسْجِدِ وَبَایَعُوْہُ وَاَوَّلُ مَنْ بَایَعَہٗ طَلْحَۃُ وَالزُّبَیْرُ بَعْدَ اَنْ خَیَّرَھُمَا. (ابن خلدون ص ۱۵۰ ج ۲)

میں آپ کا وزیر رہوں یہ بہتر ہوگا بہ نسبت اِس کے کہ امیر بنوں۔ آپ حضرات جسے بھی چن لیں گے میں برضا قبول کروں گا۔ اُن حضرات نے حضرت علیؓ ہی پر اِصرار کیا۔ کہنے لگے آپ سے زیادہ حقدار ہماری دانست میں اور کوئی نہیں ہے۔ آپ کے سوا ہم کسی کو منتخب نہیں کریں گے حتّٰی کہ یہ حضرات گفتگو میں غالب آگئے تب آپ مسجد میں تشریف لے گئے۔ اُن لوگوں نے بیعت کی، سب سے پہلے حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے بیعت کی۔ حضرت علیؓ اِن دونوں حضرات سے اَمارت قبول کرلینے کی پہلے ہی درخواست کر چکے تھے۔

وَخَرَجَ اِلَی الْمَسْجِدِ وَقَالَ ھٰذَا اَمْرُکُمْ لَیْسَ لِاَحَدٍ فِیْہِ حَقٌّ اِلَّا مَنْ اَرَدْتُّمْ وَقَدِ افْتَرَقْنَا اَمْسِ وَاَنَا کَارِہٌ فَاَبَیْتُمْ اِلَّا اَنْ اَکُوْنَ عَلَیْکُمْ فَقَالُوْا نَحْنُ عَلٰی مَاافْتَرَقْنَا عَلَیْہِ بِالْاَمْسِ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ . (تاریخ ابن خلدون ص ۱۵۱ ج۲)

مسجد میں تشریف لے گئے اور فرمایا یہ معاملہ ایسا ہے کہ اِس میں تمہارے سوا کسی کو حق حاصل نہیں ہے۔ کل جس وقت میں اور آپ الگ ہوئے تھے اُس وقت میں اپنے لیے خلافت ناپسند کر رہا تھا اور آپ کہہ رہے تھے کہ میں ہی تمہارا خلیفہ بنوں۔ یہ حضرات کہنے لگے کہ ہم اِسی بات پر قائم ہیں جس پر کل ہم رُخصت ہوئے۔ آپ نے فرمایا : اے اللہ تو گواہ رہ۔

غرض : عباسی صاحب کا یہ دعوی کہ اہلِ حل وعقد کی اکثریت نے بیعت نہیں کی تھی، بے تحقیق بات ہے۔ اپنے ذہن کی ایجاد ہے، ائمہ اہلِ سنت اِس کے قائل نہیں ہیں۔ مسلک اہلِ سُنّت وہی ہے جو تاریخ سے ہم نے لکھا ہے اور کتب فقہ ائمہ اربعہ میں موجود ہے۔ علماء کرام اَبواب البغاۃ ملاحظہ فرمائیں کہ سب ائمہ نے خلیفہ برحق کسے مانا ہے اور باغی کسے قرار دیا ہے۔ مسلمان باغیوں کے احکام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت کے اِرشادات ہی سے لیے گئے ہیں۔

بیعت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما :

اَب رہا یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کیوں بیعت کی اور کیوں اہلِ مدینہ کے ساتھ مل کر نہیں توڑی بلکہ اِس کی مخالفت کی؟ تو اِس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کافی عرصہ قبل جان چکے تھے کہ یہ لوگ حکومت ہرگز نہیں چھوڑیں گے چاہے جو ہو جائے۔ وہ نہ اہلِ مدینہ کی رعایت کریں گے نہ اہلِ مکہ کی اور نہ حرمین کا احترام کریں گے اور اہلِ مدینہ بلا احترام جنگ نہیں جیت سکتے اِس لیے خونریزی فضول ہوگی جس سے بچنا چاہیے۔ ایسے ہی حالات دیکھ کر وہ بہت عرصہ قبل سیاسیات سے کنارہ کش ہوگئے تھے جس کی وجہ ایک واقعہ تھا جو اُن کے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان گزرا تھا۔ جس کی تفصیل میں عرض کرتا ہوں۔ مگر اِس سے پہلے اِس گفتگو کا پس منظر بھی جو آگے بحوالہ بُخاری شریف آنے والی ہے۔

بات یہ تھی کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بات دیکھ کر طے کیا تھا کہ ہم سب جہاد میں بھرپور حصہ لیں گے۔ انہوں نے پوری مملکت شام اور اُس سے آگے ترکی کا علاقہ بھی فتح کیا۔ اس لیے بنواُمیہ کا خیال یہ ہوگیا تھا کہ حکومت ہم زیادہ بہتر طرح کرسکتے ہیں۔ وہ خود کو اِس کا مستحق سمجھنے لگے تھے اور اِس کا اظہار بھی کرتے تھے۔ اِس کے بعد حضرت ابن عمر و معاویہ رضی اللہ عنہم کا واقعہ نقل کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ اپنے ابتدائی دور میں ایک مرتبہ سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ شریف تشریف لائے تو اُنہوں نے ابن عمرؓ سے تنہائی میں ایسے ہی خیالات کا اظہار فرمایا تھا، مگر بڑے سخت الفاظ میں۔ بخاری شریف میں ہے :

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی حَفْصَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا وَنَوْسَاتُھَا تَنْطِفُ قُلْتُ قَدْ کَانَ مِنْ اَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَیْنَ فَلَمْ یُجْعَلْ لِّیْ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ فَقَالَتْ اِلْحَقْ فَاِنَّھُمْ یَنْتَظِرُوْنَکَ وَاَخْشٰی اَنْ یَّکُوْنَ فِی احْتِبَاسِکَ عَنْھُمْ فُرْقَةٌ فَلَمْ تَدَعْهُ حَتّٰی ذَھَبَ فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ خَطَبَ مُعٰوِیَةُ قَالَ مَنْ کَانَ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَکَلَّمَ فِیْ ھٰذَا الْاَمْرِ فَلْیُطْلِعْ لَنَا قَرْنَهٗ فَلَنَحْنُ اَحَقُّ بِهٖ مِنْهُ وَمِنْ اَبِیْهِ قَالَ حَبِیْبُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَھَلَّا اَجَبْتَهٗ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَحَلَلْتُ حَبْوَتِیْ وَھَمَمْتُ اَنْ اَقُوْلَ اَحَقُّ بِھٰذَا الْاَمْرِ مِنْکَ مَنْ قَاتَلَکَ وَاَبَاکَ عَلَی الْاِسْلَامِ فَخَشِیْتُ اَنْ اَقُوْلَ کَلِمَةً تُفَرِّقُ بَیْنَ الْجَمِیْعِ وَتَسْفِکُ الدَّمَ وَیُحْمَلُ عَنِّیْ غَیْرُ ذٰلِکَ فَذَکَرْتُ مَا اَعَدَّ اللّٰهُ فِی الْجِنَانِ قَالَ حَبِیْبٌ حُفِظْتَ وَعُصِمْتَ.

(بخاری شریف ص ۵۹۰ ج۲ باب غزوة الخندق)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میں حضرت حفصہؓ (اُم المؤمنین) کے پاس گیا، وہ سر دھوکر فارغ ہوئی تھیں، اُن کی لٹوں سے پانی ٹپک رہا تھا، میں نے کہا لوگوں کا معاملہ جو ہوا وہ آپ نے دیکھ ہی لیا ہے مجھے کوئی کام تفویض نہیں کیا گیا۔ وہ فرمانے لگیں کہ تم وہیں جاؤ وہ تمہارے انتظار میں ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ تم اگر اُن کے پاس جانے سے رُکے رہے تو لوگوں میں افتراق پیدا ہوگا، اُنہوں نے (ان پر اتنا

اصرار فرمایا کہ) اِنہیں وہاں بھیج کر ہی چھوڑا۔

جب لوگ اِدھر اُدھر ہو گئے تو حضرت معاویہؓ نے خطاب فرمایا اور فرمایا کہ جو کوئی اس کام میں (کارِحکومت میں) بات کرنی چاہتا ہے تو وہ ہمارے سامنے اپنا سینگ نکالے (سر اٹھائے) یقیناً ہم اُس سے اور اُس کے باپ سے زیادہ حق دار ہیں، اس پر حبیب بن مسلمہ نے پوچھا کہ پھر آپ نے انہیں اس کا جواب کیوں نہیں دیا؟ فرمانے لگے کہ میں نے اپنی کمر کا بند کھولا اور اِرادہ کیا کہ اِن سے یہ کہوں کہ اس کام کا زیادہ حق دار تم سے وہ ہے کہ جس نے تم سے اور تمہارے والد سے اسلام کے لیے جہاد کیا تھا (لیکن بہن سے باتوں کے بعد) مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میری زبان سے ایسی بات نہ نکل جائے جو جمع شدہ مسلمانوں میں تفریق پیدا کر دے اور خونریزی ہو اور جو میں کہوں وہ بات توڑ دی جائے اور دوسری باتیں میری طرف منسوب ہو جائیں۔ اس پر میں نے یاد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے صبرو ایثار کرنے والوں کے ساتھ جو جنتوں میں وعدہ فرما رکھا ہے۔ حضرت حبیب نے فرمایا کہ آپ بچ گئے اور (ہر طرح) محفوظ رہے''۔ (بخاری شریف باب غزوۃ الخندق)

جب انہیں مشیر بھی نہ بنایا گیا اور بہن اُم المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی رائے بھی ایسی ہی دیکھی کہ یکسو رہنا ہی بہتر ہے۔ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہمیشہ کے لیے سیاست و امارت اور مشاورت امیر وغیرہ سے دستبردار ہو گئے، ان کے بعد کے حالاتِ زندگی یہی بتلاتے ہیں۔ اِدھر عام بنو اُمیہ کا یہ رجحان بڑھتا ہی گیا، اور بعض اوقات تو اِس نے بہت بدنما شکل بھی اختیار کر لی کیونکہ حکام بنو اُمیہ نے سیدنا حضرت معاویہؓ کے بعد یزید کے لیے جانشینی کی فضا ہموار کرنی شروع کر دی تھی یہ اہل مدینہ کو پسند نہ تھا نہ وہ اِس کارروائی کو پسند کرتے تھے نہ یزید کو چاہتے تھے، مثلاً حدیث شریف میں آتا ہے :

کَانَ مَرْوَانُ عَلَی الْحِجَازِ اِسْتَعْمَلَہٗ مُعٰوِیَۃُ فَخَطَبَ فَجَعَلَ یَذْکُرُ یَزِیْدَبْنَ مُعٰوِیَۃَ لِکَیْ یُبَایِعَ لَہٗ بَعْدَ اَبِیْہِ فَقَالَ لَہٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ شَیْئًا فَقَالَ خُذُوْہُ فَدَخَلَ بَیْتَ عَائِشَۃَ فَلَمْ یَقْدِرُوْا (بخاری شریف ص ۷۱۵ ج ۲ تفسیر سورۃ الاحقاف)

''مروان حجاز پر حاکم تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُسے وہاں کا عامل مقرر فرمادیا تھا، اُس نے خطبہ دیا تو یزید بن معاویہ کا ذکر کرنے لگا تاکہ اُس کے والد کے بعد اس سے بیعت کرلی جائے، اِس پر حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے اس سے کچھ فرمایا تو اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ اِسے پکڑو۔ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں چلے گئے، یہ لوگ نہ پکڑ سکے''۔

اس کے علاوہ بھی اس نے بدزبانی کی، جو بخاری شریف کی اسی روایت میں ہے۔ غرض آل صدیق اکبرؓ اور آل عمر فاروقؓ کے ساتھ ان لوگوں کا یہ رویہ تھا، یہ حالات حضرت ابن عمرؓ کے سامنے تھے اور جیسا کہ گزر چکا ہے وہ پہلے سے ہی نظروں میں آچکے تھے اس لیے اِن کا بیعت نہ ہونا مشکل تھا، سوائے اس کے کہ وہ بھی کہیں اور چلے جاتے اور چھپ جاتے۔ ایسا اُنہوں نے نہیں کیا۔

ان حالات میں آپ ہی بتائیں کہ صحابۂ کرام کا یزید کی امارت پر بیعت کرنا کیا اُس کے شرف کی وجہ سے ہے یا اُس کے فتنہ سے بچنے کے لیے ہے؟

اہل مدینہ کے قلوب میں یزید سے محبت نہ تھی اور اطلاعات ملنے کے بعد شدید نفرت پیدا ہوگئی۔ اُنہوں نے بیعت فسخ کردی، اُس کے نائب اور اہل خاندان کو مدینہ پاک سے نکال دیا۔

ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں :

وَاَمَّا مَافَعَلَهٗ بِاَهْلِ الْحَرَّةِ فَاِنَّهُمْ لَمَّا خَلَعُوْهُ وَاَخْرَجُوْا نُوَّابَهٗ وَعَشِيْرَتَهٗ اَرْسَلَ اِلَيْهِمْ مَّرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ يَّطْلُبُ الطَّاعَةَ فَامْتَنَعُوْا فَاَرْسَلَ اِلَيْهِمْ مُسْلِمَ بْنَ عُقْبَةَ الْمُرِّىَّ وَاَمَرَهٗ اِذَا ظَهَرَ عَلَيْهِمْ اَنْ يُّبِيْحَ الْمَدِيْنَةَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَّهٰذَا هُوَ الَّذِىْ عَظَّمَ اِنْكَارُ النَّاسِ لَهٗ مِنْ فِعْلِ يَزِيْدَ وَلِهٰذَا قِيْلَ لِاَحْمَدَؒ اَتَكْتُبُ الْحَدِيْثَ عَنْ يَّزِيْدَ قَالَ لَا وَلَا كَرَامَةَ اَوَ لَيْسَ هُوَ الَّذِىْ فَعَلَ بِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَا فَعَلَ ! (منہاج السنة ص ۲۵۳ ج ۲)

''رہا وہ جو اُس نے اہل حرہ کے ساتھ کیا تو جب اہل مدینہ نے اسے حاکم ماننے کی بیعت فسخ کردی اور اُس کے نائبوں اور اہل خاندان کو مدینہ شریف سے نکال دیا تو اُس نے بار

بار اِن کے پاس پیغام بھیجے کہ وہ اِس کی طاعت قبول کریں اور وہ اِس کی بات ماننے سے رُکے رہے۔ تو اس نے ان کے پاس مسلم بن عقبہ مرّی کو سالار جیش بنا کر روانہ کیا اور اسے یہ حکم دیا کہ جب وہ اہل مدینہ پر غلبہ پالے تو مدینہ شریف کو تین دن قتل و غارتگری کے لیے اپنے لشکر والوں کے لیے مباح کردے۔ اور یہی یزید کا وہ فعل ہے کہ جس نے اس پر لوگوں کے اعتراض کو بڑھا دیا۔ اسی لیے جب امام احمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ کیا ہم یزید کی حدیث لکھ لیں تو اُنہوں نے فرمایا نہیں اور اِس سے حدیث لکھنا کوئی اچھی بات نہیں، کیا وہ وہی شخص نہیں ہے کہ جس نے اہل مدینہ کے ساتھ کیا کیا کچھ کیا ہے!''

آپ کو اِن معتبر ترین حوالوں سے واضح طرح معلوم ہوگیا ہوگا کہ صحابۂ مدینہ منورہ کی بیعت سے اُسے کوئی فضیلت حاصل نہیں ہوئی اور جو کچھ اُس نے اہل مدینہ سے انتقام لینے کے لیے کارروائی کی وہ اُس کے لیے کلنگ کا ٹیکہ ہے جسے حضرت ابن عمرؓ کی مذکورہ الصدر نوعیت کی بیعت نہیں مٹا سکتی اور اہل مدینہ کی وجہ سے آپ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بھی ملاحظہ فرمالی تو کتاب الزہد میں اِن کا یزید کی تعریف کرنا اور اُس کا زہد نقل کرنا بعید از قیاس ہے۔ اُس کے لشکر نے مدینہ منورہ کے بعد مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی، لڑائی جاری تھی کہ یزید کا انتقال ہوگیا۔ اِس جرم سے اُس کی توبہ ثابت نہیں ہے اس لیے بعض علماء نے اِسے فاسق کہا ہے اور بعض نے اس کی تکفیر تک کردی ہے۔ حضرت نانوتویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ یزید کی جب موت واقع ہوئی تو اُس کے لشکروں نے حضرت ابن زبیرؓ (مکہ مکرمہ) کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ ابن زبیرؓ نے یزید کی زندگی میں اپنی خلافت کا دعوٰی نہیں کیا تھا۔ جب یزید کی ربیع الاوّل ۶۴ھ میں موت ہوگئی تو لوگوں نے ابن زبیرؓ سے بیعت خلافت کی۔ حجاز میں ان کی خلافت قائم ہوگئی اور باقی علاقوں نے معٰویہ بن یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بیعت کی لیکن وہ تقریبًا چالیس دن زندہ رہ کر انتقال کرگیا۔ تو پھر مملکت کے اکثر علاقوں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت قبول کرلی۔ عراق، حجاز، یمن اور سارے مشرق کے علاقوں میں مصر اور شام کے تمام شہروں میں حتّٰی کہ دمشق (دارُالخلافہ) میں بھی اِن کی حکومت قائم ہوگئی۔ اِن کی بیعت قبول نہ کرنے والے تمام بنی اُمیہ تھے یا اُن کے ہم نوا۔ اور یہ فلسطین میں تھے اور ان سب نے مل کر مروان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرلی الخ (از فتح الباری ص ۵ ۔ بخاری ج ۲ ص ۱۰۶۹)

غرض یزید کی حرمین سے بدسلوکی کا اثر یہ ہوا کہ بنی اُمیہ کی حکومت رُوئے زمین سے ختم ہوگئی۔ دوبارہ مروان نے اِسے قائم کرنا شروع کیا لیکن صرف چھ ماہ بعد ۶۵ھ میں اُس کا انتقال ہوگیا پھر اُس کے بیٹے عبدالملک اور حجاج بن یوسف نے کوشش اور لڑائیاں شروع کیں حتّٰی کہ جمادی الاولیٰ ۷۳ھ میں کامیاب ہوا۔ ابن زبیرؓ کو حجاج نے شہید کر دیا اس لیے یزید کے مداح حجاج کی بھی تعریفیں کرتے ہیں کیونکہ اُس کی کمان میں دوبارہ بنواُمیہ کی حکومت قائم ہوئی۔

حامد میاں غفرلہٗ

۴ر ذیقعدہ ۱۴۰۴ھ ۲ر اگست ۱۹۸۴ء

جامعہ مدنیہ لاہور